طارق جاوید عارفی☆

انکارِ حق کی وجوہات

سچی، کھری، ٹھوس اور موافق واقعہ بات کو حق کہتے ہیں اس اعتبار سے قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ حق کی اعلیٰ ترین صورتیں ہیں۔ ان دونوں میں ایک حرف بھی ایسا نہیں جو خلافِ حق ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ذی شعور اور صاحب عقل وحلم جب ان کا مطالعہ کرتا ہے تو بے ساختہ یہ کہہ اٹھتا ہے: إي وربي إنه لحق ''اللہ کی قسم! یہ حق ہے۔''

خرد و دانش کا تقاضہ ہے کہ آدمی حق کو پائے تو اسے قبول کرے۔ جسے حق پر دیکھے، اس کا ساتھ دے۔ صدائے حق کو بلند کرے۔ سمجھ دار آدمی اپنی سمجھ داری کو بروئے کار لا کر حق کو تسلیم کرتا ہے۔ بعض اوقات آدمی عقل و دانش سے بہرہ ور ہوتا ہے، اسے مکمل آگاہی ہوتی ہے کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے، صحیح کون ہے، غلط کیا ہے؟ لیکن اس کے باوجود وہ قبول حق سے جی چراتا ہے۔ انکار حق کے لیے مختلف تاویلات اور تلبیسات کے سہارے تلاش کرتا ہے۔ جھوٹے مخمصوں کو بنیاد بنا کر خود کو تسلی دیتا ہے راہ حق کی کٹھن اور پر آشوب راہوں پر جینے کی بجائے دنیاوی چکا چوند اور زیبائش و آرائش کو ترجیح دیتا ہے۔ ایسے لوگ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ دنیا عارضی ہے، فانی ہے اور جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ دنیا میں جو بھی آیا ہے، چلا گیا ہے۔ بڑے بڑے فراعنہ جو خود کو رب اعلیٰ کہلاتے رہے، حق اور حق کو ماننے والوں کا قتل عام کرتے رہے، آج قصۂ پارینہ بننے کے ساتھ سامانِ عبرت بن چکے ہیں۔ دُنیا میں کوئی اچھے اَلفاظ میں ان کو یاد کرنے والا نہیں ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ جان جوکھوں میں ڈال کر حق کا علم لہراتے رہے، وہ اگرچہ دُنیاوی اعتبار سے کمزور تھے۔ دنیا، اس کی رنگینیوں اور اس کے متاعِ غرور سے کچھ ان کے پاس نہ تھا، لیکن صدائے حق بلند کرنے اور قبول حق کی وجہ سے آج اگرچہ وہ سینۂ ارض پر موجود نہیں، لیکن ان کا روشن تذکرہ تاریخ حق کے ماتھے کا جھومر ہے۔ یہ لوگ تا قیامت زندہ رہیں گے اور اپنے محسنین اور متبعین سے اسوۂ حق بننے کی داد و تحسین وصول کرتے رہیں گے۔ طلبا کو ایسے عظیم لوگوں کے حالات کا مطالعہ کرنا چاہیے اور ساری زندگی کے لیے یہ اسلوب بنا لینا چاہیے کہ حق کو قبول کرنا ہے، وہ جہاں بھی ہو جس کے ساتھ بھی ہو اور اس کا علمبردار جو بھی ہو، ماضی میں بہت سے لوگ ایسے گزرے ہیں جو حق کو پا لینے کے بعد محض لغو اور بے معنی اعتراضات اور اسباب کی وجہ سے قبول حق سے انحراف کے مرتکب ہوئے، آج بھی بہت سے لوگ نئی آرائشوں کا شکار ہو کر حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ہر شخص کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں میں غلط روش اپنا کر انکار حق کا مرتکب تو نہیں ہو رہا۔ کیا کہیں میرے اندر انکارِ حق کی وجوہات میں سے کوئی وجہ تو نہیں پائی جا رہی۔ انکارِ حق کے اسباب اور اس کی وجوہ کیا ہیں

☆ سابق متعلّم المعهد العالي للدعوة والإعلام، جامعہ لاہور الاسلامیہ

ذیل میں ہم ان کا تذکرہ کرتے ہیں:

◉ اَنا پرستی

حق سے اعراض اور عدم قبول کی ایک بڑی وجہ انانیت اور انا پرستی ہے۔ بہت سے لوگوں پر حق کی حقانیت واضح ہوجاتی ہے، لیکن قبول حق کی صورت میں انہیں اپنی حشمت وجاہ اور اجارہ داری جاتی نظر آتی ہے اس لیے وہ حق کو قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔ نضر بن حارث ملعون ایک بہت بڑا تاجر تھا۔ یہ تجارت کے سلسلے میں مختلف ممالک کا سفر کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ بلادِ فارس گیا وہاں سے اس نے ان کے بادشاہوں رستم اور اسفند یار کے قصے معلوم کیے۔ جب واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث فرما دیا ہے اور آپ ﷺ لوگوں کو قرانِ مجید پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس سے اٹھتے تو یہ لوگوں کو رستم اور اسفند یار کے قصے سنانے لگ جاتا۔ پھر کہتا: اے اللہ! تو ہی بتا ہم سے کس کے قصے اچھے ہیں میرے یا محمد (ﷺ) کے؟ نعوذ باللہ۔ گویا اس بدبخت نے اپنی انانیت کی وجہ سے قرانِ مجید کو اساطیر الاولین قرار دیا اور دعویٰ کیا کہ وہ بھی اس جیسا کلام پیش کرنے پر قادر ہے۔ اسی لیے جب قرانِ مجید کا اعجاز اس کی تمام ترحیلوں کو ناکام بنا دیتا تو وہ اس کو ماننے کی بجائے کفر، سرکشی اور عناد کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا: ﴿اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ [الانفال:۳۲]

”اے اللہ! اگر یہ (قران) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر تکلیف دینے والا عذاب بھیج دے۔“

چاہیے تو یہ تھا کہ کہتا: اے اللہ! اگر یہ قران تیری طرف سے برحق ہے تو ہمیں اس کی ہدایت فرما اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما، لیکن اس کی بجائے اس نے عذاب کا مطالبہ کردیا یہ سب کچھ اس نے اپنی انا پرستی کی وجہ سے کیا۔

اسی طرح جب یہ بدبخت غزوۂ بدر میں قیدی بن کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپ کے سامنے اس کی گردن اڑا دی جائے، چنانچہ صحابہ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے اس کی گردن تن سے جدا کردی۔

[تفسیر الخازن:۲/۳۰۸]

امام شعبہؒ نے عبد الحمید صاحب الزیادی کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ (نضر بن حارث کی بجائے) ابو جہل نے یہ بات کہی۔ [صحیح البخاری:۴۶۴۸]

آیت کا مصداق ابو جہل ہو یا نضر بن الحارث دونوں کا مقصود اپنی انانیت کو قائم رکھنا تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے قبول حق پر عذاب کو ترجیح دی۔ آج بھی بہت سے لوگ محض اپنے تشخص کو اجاگر کرنے کے لیے حق کو دھتکار دیتے ہیں حالانکہ انہیں بخوبی علم ہوتا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے، چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور عوام الناس کا بھی بیڑا غرق کرتے ہیں۔

قوم اور قبیلے کی حمایت

بہت سے لوگ کسی بات، فکر یا نظریے سے متفق ہوتے ہیں انہیں علم ہوتا ہے کہ یہ بات حق ہے لیکن حق کے علمبردار سے وہ متفق نہیں ہوتے، کیونکہ اس کا تعلق ان کی قوم، قبیلے یا برادری سے نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ قبول حق سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ یہودی رسول اللہ ﷺ کو ایسے پہچانتے تھے جیسے ان میں سے کوئی اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ قران مجید اس بارے میں کہتا ہے: ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾[البقرة:١٤٦]

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس (رسول) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بلا شبہ ان میں سے ایک گروہ ضرور حق کو چھپاتا ہے، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''

کسی چیز کے صحیح ہونے کے بارے میں عرب یوں مثال دیا کرتے تھے کہ یہ اس کو ایسے جانتا ہے جیسے اپنے بیٹوں کو جانتا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا جس کے ساتھ اس کا چھوٹا بچہ بھی تھا کہ کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں، میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ تمہارے اور تم اس کے گناہ کے ذمہ دار نہیں ہوگے۔ [مسند أحمد:١٦٣/٤]

حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے پوچھا: کیا آپ حضرت محمد ﷺ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹے کو؟ انہوں نے کہا: ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ آسمان سے ایک امین (جبریل علیہ السلام) زمین کے ایک امین (حضرت موسیٰ علیہ السلام) پر نازل ہوا اور اس نے آپؐ کی شان بتائی جس کی وجہ سے میں نے آپ کو پہچان لیا ہے، حالانکہ آپ کی اولاد کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ [صحيح البخاري:١٦٣/٢]

یہود جو اس قدر نبی کریم ﷺ کی معرفت کرتے تھے، لیکن وہ محض اس وجہ سے ایمان نہ لائے کہ آپ کا تعلق بنو اسرائیل کی بجائے بنو اسماعیل سے ہے۔ آپ ان کے قبیلے اور قوم سے نہیں ہیں۔ جیسا کہ ابو العالیہؒ فرماتے ہیں کہ: یہ حق واضح ہونے کے باوجود کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، یہود نے کفر کو اختیار کیا، کیونکہ وہ آپ کے بارے میں تورات وانجیل میں لکھا ہوا بھی پاتے ہیں مگر انہوں نے محض اس وجہ سے حسد وسرکشی کو اختیار کرتے ہوئے کفر کیا کہ آپ کا تعلق بنو اسرائیل سے نہیں بلکہ ایک دوسرے قبیلے سے ہے۔ [تفسير ابن ابى حاتم:٢٠٥/١]

افسوس! کتنے ایسے لوگ ہیں جو محض برادری ازم کی وجہ سے حق کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔

حسد

کچھ لوگ حق کے قائلین سے حسد کی بنا پر حق کا انکار کر دیتے ہیں۔ ان کا دل گواہی دیتا ہے کہ فلاں شخص برحق ہے، لیکن حسد کی وجہ سے ان کی زبان حق کے اقرار پر آمادہ نہیں ہوتی بلکہ الٹا وہ حق گو کے خلاف سازشیں اور پروپیگنڈہ کر کے خود کو مطمئن اور لوگوں میں اپنا اعتماد اور وقار قائم رکھنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول اس کی واضح مثال ہے۔ ہجرت مدینہ سے قبل خزرج اور اوس نے اسے متفقہ طور پر اپنا سربراہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس کے لیے باقاعدہ تاج بھی بنوایا جا رہا تھا۔ اسی اثنا میں نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لے آئے اور لوگوں نے آپ ﷺ کی

اطاعت کو قبول کرلیا اس کی سرداری دھری کی دھری رہ گئی۔ اس بنا پر یہ شخص حسد میں مبتلا ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، اگرچہ کچھ عرصہ بعد منافقانہ طور پر اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔ لہذا نبی کریم ﷺ سے حسد کی وجہ سے یہ بد بخت نعمت اسلام سے محروم رہا۔

حسد بڑی بیماری ہے۔ حسد ہی کی وجہ سے دنیا پر پہلا انسانی قتل ہوا جب قابیل نے اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ حسد ہی کی وجہ سے برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اندھے کنویں میں پھینکا۔ حسد ہی کی وجہ سے یہود نے نبی رحمت ﷺ کو رسول ماننے سے انکار کر دیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ [البقرة:١٠٩]

''اہل کتاب میں سے بہت سے یہ چاہتے ہیں کاش! وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پھیر کر کافر بنا دیں، اپنے دلوں میں حسد کرتے ہوئے اس کے بعد کہ ان کے سامنے حق واضح ہو چکا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يحذر تعالىٰ عباده المؤمنين عن سلوك طرائق الكفار من أهل الكتب ويعلمهم بعد اوتهم لهم في الباطن الظاهر، وما هم مشتملون عليه من الحسد للمؤمنين، مع علمهم بفضلهم وفضل نبيهم. [تفسير ابن كثير:٣٣٥/١]

''اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو اہل کتاب میں سے کفار کے رستے پر چلنے سے منع فرما رہا ہے کہ یہ اپنے ظاہر و باطن میں ان کے لیے کس قدر شدید دشمنی اور کس قدر شدید حسد رکھتے ہیں، حالانکہ انہیں مسلمانوں اور ان کے نبی کی فضیلت کے بارے میں خوب علم ہے۔''

◉ تکبر

انکارِ حق کی بڑی وجوہات میں سے ایک وجہ تکبر ہے۔ انسان خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھنے کی وجہ سے حق کا انکار کر دیتا ہے۔ تکبر کا مطلب ہے حق کا انکار اور لوگوں کو استخفاف اور استحقار کی نگاہ سے دیکھنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر » ''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر تکبر بھی ہے، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ایک شخص نے عرض کی کہ آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اور جوتے اچھے ہوں۔ (کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: « إن الله جميل ويحب الجمال، الكبر بطر الحق وغمط الناس » ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، (یہ تکبر نہیں ہے۔) تکبر تو حق کو رد کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔'' [صحيح مسلم:٩١]

تکبر کی وجہ سے ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ قرآن مجید کہتا ہے:

﴿ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَٰفِرِينَ ﴾ [البقرة:٣٤]

''ابلیس نے (سجدے سے) انکار کر دیا اور وہ تھا ہی کافروں میں سے۔''

بہت سے انبیاء کی قوموں نے تکبر ہی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ان کی اتباع وپیروی کرنے سے انکار کردیا تھا۔
حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت توحید دی تو انہوں نے جواب دیا:

﴿أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ﴾ [الشعراء:۱۱۱]

''کیا یہ تجھ پر ایمان لے آئیں جبکہ تیرے پیروکار تو ذلیل لوگ ہیں۔''

تکبر کی وجہ سے خود کو عزت دار اور اہل ایمان کو حقیر وذلیل گردانتے ہوئے، قوم نوح نے قبول حق سے انکار کردیا۔ بعض اوقات آدمی حق کو قبول کرلیتا ہے، لیکن تکبرانہ عناصر اس کے رگ وپے میں موجود ہوتے جو اسے حق سے منحرف کردیتے ہیں اور وہ راندہ درگاہ الٰہی بن جاتا ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ غسان کے بادشاہ جبلہ بن ایہم نے اسلام قبول کرلیا اور حضرت عمرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان کے پاس حاضر ہونا چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ اور تمام مسلمان اس سے بڑے خوش ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے اسے لکھا کہ ضرور آؤ، لیکن تم ہمارے حقوق کا خیال رکھنا ہم تیرے حقوق کی پاسبانی کریں گے، چنانچہ جبلہ اپنی قوم کے پچاس شاہسواروں کی معیت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ مدینے کے قریب پہنچا تو اس نے سونے کی تاروں سے کڑھا ہوا لباس زیب تن کیا اور ہیرے جواہرات سے مرصع تاج سر پر پہنا اور اپنے ساتھیوں کو بھی فاخرانہ لباس زیب تن کرایا۔ جب وہ مدینہ میں داخل ہوا تو چھوٹے بڑے، بچے اور عورتیں بھی اس کے استقبال کے لیے آئے۔ حضرت عمرؓ نے اسے 'مرحبا' کہا اور اپنے قریب بٹھا لیا۔ کچھ دنوں بعد حج کا موسم آگیا تو حضرت عمرؓ کے ساتھ جبلہ نے بھی حج کا ارادہ کرلیا۔ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے بنوفزارہ کے ایک بدو نے جبلہ کا تہبند روند دیا۔ جبلہ غضبناک ہوگیا اور اس نے بدو کے منہ پر طمانچہ مار کر اس کے ناک کی ہڈی توڑ دی۔ بدو بھی غصے میں آگیا اور اس نے حضرت عمرؓ سے فریاد کی اور انصاف چاہا۔ حضرت عمرؓ نے جبلہ کو طلب کیا اور پوچھا: تم نے دورانِ طواف اپنے بھائی کے منہ پر طمانچہ مار کر اس کے ناک ہڈی کیوں توڑ دی؟ جبلہ غرور وتکبر سے پھولا کہنے لگا: اس نے میرا تہبند روندا ہے، اگر حرمتِ کعبہ کا پاس نہ ہوتا تو میں اس کا سرتن سے جدا کردیتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم نے خود اقبال جرم کرلیا ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس کو راضی کرو یا قصاص کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جبلہ کہنے لگا: یہ مجھ سے قصاص لے گا؟ ایسا نہیں ہوسکتا، میں بادشاہ ہوں اور یہ بازاری آدمی ہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے: جبلہ! اسلام میں سب برابر ہیں، اور تقوی کے سوا کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جبلہ کہنے لگا: تب پھر میں عیسائی ہوجاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر تم عیسائیت اختیار کروگے تو میں تیری گردن ماردوں گا، کیونکہ جو دین بدلے اسے قتل کردیا جاتا ہے۔ جبلہ کہنے لگا: امیر المومنین! مجھے ایک دن کی مہلت دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے اسے مہلت دے دی۔ جب شام ہوئی تو جبلہ اور اس کے ساتھی مکہ مکرمہ سے فرار ہو کر قسطنطنیہ بھاگ گئے اور نصرانیت اختیار کرلی۔ کچھ عرصہ یہ وہاں ٹھہرا رہا۔ دنیاوی لذتوں سے اس کا دل بھر گیا اور حسرتوں اور ندامتوں نے اس پر ڈیرہ ڈال لیا۔ اب اسے مسلمانی کے دن یاد آنے لگے، صوم وصلاۃ کی لذتیں یاد آنے گیں، چنانچہ ترکِ اسلام اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے شرمندہ ہوا اور یہ اشعار کہے:

تنصرت الأشراف من عار لطمة   وما كان فيها لو صبرت لها ضرر

تكتفنى منها لجاج ونخوة　　وبعت لها العين الصحيحة بالعور
فياليت أمي لم تلدني وليتني　　رجعت إلى القول الذي قاله عمر
فيا ليت أرعى المخاض بقفرة　　وكنت أسيرا في ربيعة أو مضر
ويا ليتنى لى بالشام ادنى معيشة　　أجالس قومى ذاهب السمع والبصر

''شرفا نے ایک طمانچے کی عار کے باعث نصرانیت قبول کرلی، حالانکہ اگر وہ صبر کرتے تو انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔غرور ونخوت نے مجھے قبول حق سے روک دیا اور میں نے صحیح آنکھ کو اندھی آنکھ کے بدلے بیچ دیا۔کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی اور کاش! میں حضرت عمرؓ کی بات مان لیتا۔کاش! (وہی دن ہی رہتے کہ) چٹیل میدانوں میں اونٹنیاں چرایا کرتا اور ربیعہ ومضر کے درمیان چلا پھرا کرتا۔کاش! شام میں میرے لیے تھوڑی سی معیشت ہوتی اور میں کانوں سے بہرہ اور آنکھوں سے اندھا ہوکر اپنی قوم میں بیٹھا رہتا۔'' [الأنساب للصحاري: ۱/۱۷۷]

چنانچہ عیسائیت ہی کی حالت میں یہ بدبخت فوت ہوگیا اور تکبر ونخوت نے اسے مرتے دم تک کفر اور شرک ہی پر رکھا۔ أعاذنا الله منه

◉ اجداد کی پیروی

اباء واجداد کی پیروی اور تقلید بھی راہ حق پر چلنے سے مانع ہوتی ہے۔آدمی کو حق کو پہچاننا چاہیے اور اسے قبول کرنا چاہیے خواہ اس کے والدین اور عزیز واقارب اس کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔لیکن بہت کم لوگ اس کٹھن راہ کو اختیار کرتے ہیں اور اکثر لوگ حق پر والدین کے رسوم ورواج کو ترجیح دیتے ہیں، سابقہ اقوام کے حق سے انحراف کی قران مجید نے ایک وجہ یہی بیان کی ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴾ [البقرة: ۱۷۰]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا گو ان کے باپ دادے بے عقل اور راہ گم کردہ ہوں۔''

صحیح بخاری میں حضرت سعید بن میبؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا 'حزن' نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میرا نام حزن ہے۔آپؐ نے فرمایا: تم سہل ہو، یعنی تمہارا نام حزن کی بجائے سہل ہے۔میرے دادا کہنے لگے: میں تو اپنے والد کا رکھا ہوا نام نہیں بدلوں گا۔حضرت سعید ابن مسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد سے اب تک ہمارے خاندان میں سختی اور مصیبت ہی رہی۔

[صحيح البخاري: ۶۱۹۰]

آج بھی بہت سے لوگ حق سے آشنا ہونے کے باوجود صرف اس وجہ سے حق کا انکار کرتے ہیں کہ وہ والدین کے طور اطوار یا رسوم ورواج کے خلاف ہوتا ہے۔وہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے ان کی ناک کٹ جائے گی اور ان کی توہین وتذلیل ہوگی، جبکہ یہ شیطانی وسوسہ ہوتا ہے۔قبول حق سے نہ صرف آدمی کی شخصیت نکھرتی اور مستحکم ہوتی بلکہ

عنداللہ وہ ماجور بھی ہوتا ہے۔

◉ سلطنت واقتدار کا استحکام

کچھ لوگ اس خوف سے حق قبول نہیں کرتے کہ اگر انہوں نے حق قبول کرلیا تو ان کی سلطنت اور اقتدار جاتا رہے گا۔ لوگ ان کے خلاف بغاوت کردیں گے، چنانچہ وہ اپنے جھوٹے اقتدار کو بچانے یا اسے طول دینے کے لیے قبول حق سے انکار کردیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ۶ھ میں جب مختلف ممالک کے سربراہان کو دعوت اسلام سے متعلق خطوط لکھے تو ان میں ایک خط روم کے بادشاہ ہرقل کے نام بھی لکھا۔ ہرقل ان دنوں ایران کو شکست دینے کے بعد شکرانے کے طور پر مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے شام آیا ہوا تھا۔ آپ نے اپنا خط عظیم بصری کے نام لکھا اور اسے تلقین کی کہ وہ یہ خط ہرقل تک پہنچادے۔ ہرقل کے پاس خط پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ کسی ایسے فرد کو تلاش کیا جائے جو اس نبی کے علاقے سے تعلق رکھتا ہو، اس کے کارندے ابوسفیان کو پکڑ کر لے گئے۔ ہرقل اور ابوسفیان کا چند باتوں پر مکالمہ ہوا اس کے بعد ہرقل نے ایک بند کمرے میں اپنے وزراء اور اراکین حکومت کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا:

يا معشر الروم !هل لكم في الفلاح والرشد وأن يثبت ملككم فتبايعوا لهذا النبي

''اہل روم! اگر تم فلاح وہدایت کے متمنی ہو اور چاہتے ہو کہ تمہاری سلطنت قائم رہے تو اس نبی کی اتباع کرلو۔''

وزراء نے یہ بات سنی تو وہ وحشی گدھوں کی طرح بدکتے ہوئے دروازوں کی طرف بھاگے، لیکن دروازے بند تھے۔ ہرقل نے جب یہ منظر دیکھا اور ان کی ایمان سے نفرت اور نا اُمیدی کو ملاحظہ کیا تو فوراً رخ بدل لیا اور کہنے لگا:

ردوهم علي، وقال: إني قلت مقالتي آنفا أختبر بها شدتكم على دينكم، فقد رأيت

''واپس آجاؤ! میں نے تو یہ بات اس لیے کہی تھی تاکہ دیکھوں کہ تم اپنے دین پر کس قدر سخت اور مضبوط ہو اور وہ میں نے دیکھ لیا ہے۔''

فسجدوا له ورضوا عنه

''لوگ اس سے راضی ہوگئے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوگئے۔'' [صحیح البخاری:۷]

چنانچہ اس بدبخت نے اپنی سلطنت کے بقاء کے لیے اعلان حق سے انکار کردیا۔ دور حاضر میں بھی ایسے مظاہر عام دیکھنے میں آتے ہیں کہ لوگ اپنی چودھراہٹ، کرسی، اقتدار اور سلطنت کے حصول کے لیے حق کی ممانعت کرتے ہیں آج مسلم ممالک کے حکمران امریکہ اور اسکے اتحادیوں کو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن سمجھتے ہیں اور مختلف بیانات سے اس امر کا اظہار بھی کرچکے ہیں، لیکن چونکہ وہ اپنے اقتدار کا استحکام اور بقاء امریکی خوشنودی میں خیال کرتے ہیں، اس لیے بلاتامل اس کے احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیتے ہیں اور اس 'راہِ وفا' میں ہزاروں مسلمانوں کے قتل کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

◉ عار وملامت کا خوف

بعض لوگ حق سے اچھی طرح شناسا اور آگاہ ہوتے ہیں، لیکن ایک عجیب قسم کا عفریت انہیں قبول حق سے باز رکھتا ہے، وہ ہے عار وملامت کا خوف۔ وہ لوگ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے اس کو تسلیم کرلیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ اگر میں نے

داڑھی رکھ لی تو لوگ مولوی کہیں گے۔شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھی تو لوگ بدتہذیب کہیں گے۔شادی بیاہ کے موقع پر ہندوانہ رسوم ادانہ کیں تو معاشرے میں ناک نہیں رہے گی، چنانچہ غلط کاموں کو غلط سمجھتے ہوئے بھی ان کا ارتکاب کرتے ہیں۔محض عار اور ملامت کے خوف سے۔یہی حال نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کا تھا۔جب ان کا آخری وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔آپ ﷺ نے کہا:

« قل: لا إله إلا الله كلمة أشهد لك بها يوم القيامة »

''چچا جان! کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں میں قیامت کے دن آپ کی گواہی دوں گا۔''

ابُو طالب کہنے لگے:

لولا أن تعيرني قريش يقولون: إنما حمله على ذلك الجزع لأقررت بها عينك[۱۰]

''اگر مجھے قریش کی عار کا خوف نہ ہوتا تو میں (اسلام قبول کر کے) آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔''

چنانچہ ابو طالب قریش کی عار کے خوف سے قبول اسلام منکر رہے اور کفر ہی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

◉ تقلید آئمہ

تقلید آئمہ کا مطلب ہی حق سے انحراف ہے۔جو لوگ قران وحدیث سے روگردانی کر کے کسی امام کی تقلید اختیار کرتے ہیں، وہ حق سے منہ موڑنے والے اور حق پر باطل کو ترجیح دینے والے بن جاتے ہیں، کیونکہ مقلد کے لیے استناد اور برہان اس کے امام کا قول ہوتا ہے: أما المقلد فمستنده قول مجتهده۔ اس لیے جو بات اس سانچے میں ڈھلتی نظر نہ آئے، مقلد بڑی بے باکی سے اس کا انکار کر دیتا ہے، خواہ وہ ارشادِ الٰہی یا فرمانِ نبوی ہی کیوں نہ ہو۔اس کی کئی ایک مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن میں ان سب کو صرف نظر کرتے ہوئے صرف ایک مثال ذکر کرتا ہوں۔شیخ الہند مولانا محمود حسن تقریر ترمذی میں حدیث البيعان بالخيار پر بحث کرتے ہوئے، اس بارے میں امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے دلائل کا تقابل کرتے ہیں اور آخر میں نتیجہ یوں بیان کرتے ہیں:

الحقّ والإنصاف أن الترجيح للشافعي في هذه المسئلة ونحن مقلدون يجب علينا تقليد إمامنا أبي حنيفة [تقرير ترمذي:۴۹]

''حق اور انصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں ترجیح امام شافعی کو حاصل ہے، لیکن چونکہ ہم مقلد ہیں اس لیے ہم پر اپنے امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے۔''

ملاحظہ ہو کہ دلائل کی رو سے جان بھی لیا کہ حق اور ناحق کیا ہے، لیکن چونکہ امام کی تقلید اختیار کر چکے ہیں اس لیے انہیں حق کو جھٹلانے میں کوئی باک نہیں ہے۔

◉ ضد اور ہٹ دھرمی

کچھ لوگ حق کو پالیتے ہیں اور دلائل وبراہین کے ذریعے سے ان پر حق واضح ہو جاتا ہے لیکن وہ محض اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث قبول حق سے روگردانی کرتے ہیں اور کفر ہی پر مصر رہتے ہیں۔نمرود خود کو اس کائنات کا خالق

والہ تصور کرتا تھا، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اس سے بات چیت کے لیے گئے۔ آپ نے فرمایا: تم میرے معبود نہیں ہو میرا معبود تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ نمرود کہنے لگا: میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ حضرت ابراہیم فرمانے لگے: میرا رب سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تو اس کو مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔ اس بدبخت سے اس کا کوئی ٹوٹا پھوٹا جواب بھی نہ بن سکا اور بے زبان ہو کر اپنی عاجزی کا معترف ہو گیا اور اللہ کی حجت اس پر پوری ہو گئی۔ لیکن ضدی اور ہٹ دھرم تھا اس لیے قبول حق سے محروم رہا ایسے بدوضع لوگوں کو اللہ تعالیٰ کوئی دلیل نہیں سمجھا اور وہ حق کے مقابلے میں بغلیں جھانکتے ہی نظر آتے ہیں۔ [تفسیر ابن کثیر، تحت سورۃ البقرۃ:۲۵۸]

◉ دُنیاوی مال ومتاع کی طمع ولالچ

بعض اوقات انسان حق کو پالیتا ہے، قبول حق کے لیے خود کو تیار بھی کر لیتا ہے اور اس کے لیے تگ ودو بھی شروع کر دیتا ہے۔ ادھر شیطان بھی اس کے تعاقب میں لگ جاتا ہے اور اسے حق سے دور کرنے کے لیے طرح طرح کے وساوس اس کے ذہن میں ڈالتا ہے، دنیوی اشیاء اور مال ومتاع کی چکا چوند سے اسے مرعوب کرنے کو کوشش کرتا ہے۔ کامل ایمان والے ان شیطانی ہتھکنڈوں سے متاثر نہیں ہوتے، لیکن درہم ودینار کے بندے بہت جلد اس سے متاثر ہوتے ہیں اور حق کے بدلے ضلالت کو خرید لیتے ہیں۔ مال ودولت میں اللہ تعالیٰ نے بڑی کشش رکھی ہے۔ یہ بہت سے لوگوں کے قلوب واذہان کے دھارے کو تبدیل کر دیتا ہے۔ اس لیے نبی ﷺ مال کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے، کیونکہ مال ودولت کی حرص کا حصول انسان کو حق گوئی سے روک دیتا ہے اور قبول حق کی راہ میں حجاب بن جاتا ہے۔ یہی حال معروف عرب شاعر اعشیٰ بن قیس کا تھا۔ شاعری میں یہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس کے دل میں قبول اسلام کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ یہ یمامہ کے علاقے نجد سے نکلا اور مدینہ کی راہ لی۔ اُس نے نبی ﷺ سے ملاقات کر کے اسلام قبول کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ راستے میں یہ اپنی سواری پر سوار آقائے دوجہاں ﷺ کی مدح وستائش میں یہ اشعار پڑھ کر گنگناتا رہا:

ألم تغتمض عيناك ليلة أرمدا ۔۔۔ وبت كما بات السليم مسهّدا
ألا أيهذا السائلي أين يممت ۔۔۔ فان لها فى أهل يثرب موعدا
نبيا يرى ما لا ترون وذكره ۔۔۔ أغار لعمرى فى البلاد وأنجدا
أجدك لم تسمع وصاة محمد ۔۔۔ نبى الإله حيث أوصى وأشهدا
إذا أنت لم ترحل بزاد من التقى ۔۔۔ ولا قَيْتَ بعد الموت مَنْ قد تزودا
ندمت على أن لا تكون كمثله ۔۔۔ فترصد للأمر الذي كان أرصدا

’’کیا تیری آنکھیں خراب ہونے کی وجہ سے نیند سے دور نہیں رہیں اور تو نے ایسے رات گزاری ہے جیسے سانپ کا ڈسا ہوا بے خواب شخص رات گزارتا ہے۔ اے میری سواری کے بارے میں پوچھنے والے! کہ اس نے کہاں کا رادہ کیا ہے؟ اسے چھوڑ دو، کیونکہ اس کے وعدے کی جگہ یثرب ہے۔ وہاں ایسا نبی ہے جو ان چیزوں کو دیکھتا ہے جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ میری عمر کی قسم! اس کے ذکر کا شہر شہر چرچا ہے اور خوب بلند ہے۔ میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تم محمد (ﷺ) کی وصیت

پر کان نہیں دھرتے ہو، حالانکہ وہ اللہ کا نبی ہے، اللہ نے اس کو ماننے کی وصیت کی ہے اور اس پر گواہی دی ہے۔ اگر تو تقویٰ کو زادِ راہ نہیں بنائے گا تو (یاد رکھنا) موت کے بعد ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس نے زاد راہ لیا ہوگا۔ تم اس جیسے کیوں نہیں ہو، نادم نہ ہو بلکہ اس کے حکم کے تابع ہو جاؤ جسے وہ (محمد ﷺ) لے کر آیا ہے۔''

جب یہ مدینے کے قریب پہنچا تو کچھ مشرکین کو اس کی خبر ہوگئی۔ وہ اس سے ملے اور پوچھنے لگے کہ کہاں جا رہے ہو؟ اعشیٰ کہنے لگا: رسول اللہ ﷺ سے مل کر اسلام (حق) قبول کرنا چاہتا ہوں۔ مشرکین بڑے پریشان ہوئے۔ وہ تو حضرت حسان بن ثابتؓ کی شاعری کا جواب دینے سے عاجز تھے۔ اب اگر اعشیٰ جیسا قادر الکلام شاعر بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگیا تو جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہوگا اور قوت اسلام کو روکنا ان کے بس میں نہیں ہوگا، چنانچہ وہ اعشیٰ سے کہنے لگے: اعشیٰ تمہارے آباؤ اجداد کا دین اس کے دین سے کہیں بہتر ہے۔ اعشیٰ کہنے لگا: نہیں، اس کا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔ مشرکین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور مشورہ کرنے لگے کہ اس کو قبول اسلام سے کیسے روکا جائے۔ اب وہ کہنے لگے: اعشیٰ! محمد ﷺ تو زنا کو حرام قرار دیتا ہے؟ وہ کہنے لگا: کوئی بات نہیں میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اب مجھے عورتوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ مشرکین کہنے لگے: وہ شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے۔ اعشیٰ کہنے لگا: مجھے شراب سے بھی کوئی غرض نہیں، شراب عقل انسانی کو ختم کر دیتی ہے اور انسان کو ذلیل و رسوا کر دیتی ہے۔ جب مشرکین نے دیکھا کہ اعشیٰ قبول اسلام کا مصمم ارادہ کر چکا ہے تو انہوں نے اسے دنیاوی مال و متاع کی لالچ سے زیر کرنا چاہا، چنانچہ وہ کہنے لگے: اعشیٰ! اگر تم اسلام قبول کیے بغیر واپس اپنے گھر جاؤ گے تو ہم تمہیں سو اونٹ دیں گے۔ اس پیشکش نے اس کی عقل پر پردہ ڈال دیا اور وہ غور و فکر کرنے لگا اور کچھ دیر کے بعد بولا: اگر تم مجھے اس قدر مال دو تو میں تمہاری بات مان سکتا ہوں۔

مشرکین نے اسے سو اونٹ دے دیئے اور اس نے قبولِ اسلام کا اردہ ترک کر دیا اور واپس اپنے اہل و عیال کی طرف رواں دواں ہوگیا۔ اپنے آگے چلتے سو اونٹ دیکھ کر وہ دل ہی دل میں بڑا خوش ہو رہا تھا اور تقدیر الٰہی اس کی گھات میں تھی، چنانچہ وہ اپنے وطن سے کچھ میل کے فاصلے پر تھا کہ اونٹ سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہیں جہنم واصل ہوگیا۔ [سیرت ابن ہشام: ۱/۳۸۶۔۳۸۸]

اور اس طرح دنیاوی و مال و اسباب کو حق پر ترجیح دینے والا ہمیشہ کے لیے دنیا چھوڑ گیا۔

◉ عدم خوداعتمادی

بعض اوقات انسان عجیب مخمصے کا شکار ہو جاتا ہے، اسے صاف نظر آ رہا ہوتا ہے کہ حق کیا ہے، وہ لوگوں کو اسے تسلیم کرنے کی ترغیب و تاکید بھی کرتا ہے، مشکل اوقات میں حق کا ساتھ بھی دیتا ہے، بلکہ اس کی خاطر سر دھڑ کی بازی بھی لگا دیتا ہے، لیکن عدم خوداعتمادی کی وجہ سے بزبان خود اس کا اظہار نہیں کرتا اور حق کی خاطر اس قدر قربانی دینے کے باوجود مخالفین و معاندین میں شمار ہوتا ہے۔ یہی حال مخیریق یہودی کا تھا۔ مخیریق یہودی عالم اور نہایت مالدار شخص تھا۔ اپنی کتابوں کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی صفات سے خوب واقف تھا۔ جب احد کی جنگ کا موقع آیا تو وہ ہفتہ کا دن تھا۔ مخیریق نے یہودیوں سے کہا:

يا معشر يهود! إنكم لتعلمون أن نصر محمد عليكم لحق

''اے گروہ یہود! تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔''

یہودی کہنے لگے کہ آج تو ہفتہ کا دن ہے۔ مخیریق نے کہا: ہفتہ سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ یہودیوں نے اس کی بات کو نہ مانا تو اس نے اپنا ہتھیار لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت اُحد میں تشریف فرما تھے۔ جب مخیریق اپنی قوم سے جانے لگا تو انہیں یوں وصیت کی:

إن قتلت هذا اليوم فأموالى لمحمد يضع فيها ما أراده الله

''اگر آج میں قتل کردیا جاؤں تو میرا سارا مال محمد ﷺ کو دے دینا، وہ جیسے چاہیں، اس میں تصرف کریں۔''

چنانچہ مخیریق میدانِ اُحد میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے قتل ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا سارا مال اپنے تصرف میں لے لیا اور مدینے میں آپ کے تمام اخراجات اسی سے ادا ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

« مخيريق خير يهود » [سيرة ابن هشام:۵۱۸/۲]

''مخیریق بہترین یہودی تھا۔''

دیکھئے! مخیریق جان و مال سب کچھ اسلام کی خاطر قربان کر گیا لیکن زبان سے اعلان حق نہ کرنے کی وجہ سے حلقۂ یہود سے نہ نکل سکا۔

◉ احساسِ کمتری کا شکار ہونا

احساسِ کمتری کا شکار ہونا بھی انحراف کی وجوہ میں داخل ہے۔ دورِ حاضر میں جہاں مغربی ثقافتی یلغار نے سختی سے امتِ مسلمہ میں اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں، جس سے بہت سے کمزور ایمان والے متاثر ہوئے، ان میں سے اکثریت نوجوانوں کی ہے۔ بہت سے نوجوان اس وجہ سے اسلامی شعائر سے روگردانی کرتے ہیں کہ لوگ بالخصوص مغرب زدہ، اس کو اچھا نہیں جانتے۔ داڑھی رکھ لی تو لوگ مولوی کہیں گے، شلوار ٹخنوں سے اوپر ہوئی تو لوگ قدامت پسند کہیں گے۔ بال سنت کے مطابق بڑے کر لیے تو لوگ دہشت گرد کہیں گے، وغیرہ۔ چنانچہ احساس کمتری کا شکار ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ صحیح بات کو اپنانے سے اعراض کرتے ہیں۔

یہ وجوہات ہیں جو عام طور پر قبولِ حق کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں وہ ان میں سے کسی وجہ کا مرتکب ہو کر حق کا منکر تو نہیں ہو رہا۔ سچے مسلمانوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ جب اسے اچھی بات سنائی دیتی ہے تو وہ فوراً اس کو قبول کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی یوں تعریف فرمائی ہے:

﴿ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴾

[الزمر: ۱۸]

''وہ لوگ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس میں سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلوں والے ہیں۔''

اللهم أرنا الحق حقه وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطله وارزقنا اجتنابه.